Research Journal Ulum-e-Islamia
Journal Home Page: https://journals.iub.edu.pk/index.php/Ulum.e.Islamia/index
ISSN: 2073-5146(Print) ISSN: 2710-5393(Online)
E-Mail: muloomi@iub.edu.pk Vol.No: 29,Issue:1 .(January-June) 2022
Published by:Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur

حضرت نوح علیہ السلام کا منہج دعوت و تبلیغ اور قرآن کریم میں مذکور ان کے قصہ سے اخذ شدہ اہم اسباق

Preching methodology of Hazrat Nooh A. S and important lessons derived from his story mentioned in Quran

Maria Khalil
Lecturer Sardar Bahadur Khan Women's University Quetta. Email: mariakhalil59@gmail.com
Prof .Dr. Sahibzada Baz Muhammad
Chairman Department of Islamic Studies University of Balochistan. Email: msahibzada8@gmail.com ORCID ID https: org/0000-0001-8530-4318
Dr. Jahanzeb Rana
Assistant Professor Islamic studies Isra university, Hyderabad, Sindh

The day Allah Almighty created Adam (a.s) as a vicegerent on earth, he designed a counter plan for his guidance for which messengers and prophets have been appeared throughout human history. These saviors of mankind encountered diversities to spread the divine message and saved the supreme creature from the hell fire .

The stories of prophets are instanced in all the divine books including Holy Quran. All the stories of prophets mentioned in the Holy Quran have reasons and aims of setting down, most importantly to serve as an example. Quran proclaims the hardships of prophets not only for giving plain information about history or narrate stories of past but also to make believers draw lessons from various events as it is quoted in Quran:

"Indeed in their stories, there is a lesson for men of understanding." Quran, 12:111

Hazrat Nooh (a.s) is one of those determined and resolute prophets whose obstacles during his preaching period along with his strategies are frequently mentioned in Holy Quran almost 43 times in different verses. Exemplary events from his life history are beautifully unfolded and elaborated to the reader for moralizing and forewarning to mentor the humanity, whereas, the whole anecdote with entire circumstances are avoided in this regard .

The paper aims to extract the practicable points and derive benefit from the contemplation and reflection of his story to assist the preacher of present time as well as the common man in his routine life.

KeyWords: Hazrat Nooh (a.s), Rasool, Kashti, Azab, Nijat.

تعارف:

حضرت آدم علیہ السلام کے بعد حضرت نوح علیہ السلام دنیا پر سب سے پہلے رسول ہیں۔ اس بات کی صراحت بخاری کی ایک طویل حدیث میں ہوتی ہے:

''انت اول الرسل الی اھل الارض ''

''آپ علیہ السلام زمین پر پہلے رسول ہیں۔'' (۱)

حضرت نوح علیہ السلام کی آمد سے پہلے دنیا میں بت پرستی عام ہو چکی تھی۔ اس بات کا ثبوت بخاری شریف کی اس حدیث سے ملتا ہے جو اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں بیان کی گئی ہے:

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّ لَا يَغُوْثَ وَ يَعُوْقَ وَنَسْرًا (۲)

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے: ''یہ نوح علیہ السلام کی قوم کے کچھ نیک آدمیوں کے نام ہیں جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کی قوم کے دل میں یہ بات ڈالی کہ جہاں وہ حضرات بیٹھا کرتے تھے، وہاں بت بنا کر رکھ دو، اور ان کے وہی نام رکھ دو جو ان بزرگوں کے تھے۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت بتوں کی پوجا نہیں ہوئی۔ جب وہ لوگ فوت ہو گئے اور علم مٹ گیا تب ان کی پوجا ہونے لگی۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا: نوح علیہ السلام کی قوم کے یہی بت بعد میں عرب میں پوجے گئے۔'' (۳)

قصہ نوح علیہ السلام:

حضرت نوح علیہ السلام کے قصے کی اہم تفصیلات سورۃ اعراف، ھود، مومن، مومنون، شعراء، قمر اور سورۃ نوح میں بیان ہوئی ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو بت پرستی سے منع فرمایا اور ان کو ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی لیکن ان کی قوم کے بہت کم لوگ ایمان لائے۔ بالآخر جب ان پر حجت تمام کر دی گئی اور مزید لوگوں کے ایمان لانے کی امید ختم ہو گئی تو حضرت نوح علیہ السلام نے ان کے حق میں بد دعا کی:

"وَقَالَ نُوْح'' رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَ لَا يَلِدُوْا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا"۔

"اور نوح علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے رب کافروں میں سے زمین پر ایک گھرانہ بھی مت چھوڑ (کیونکہ) اگر تو نے ان کو روئے زمین پر رہنے دیا تو تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور (آگے بھی) ان سے فاجر اور کافر اولاد ہی پیدا ہو گی۔'' (۴)

حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کے نتیجے میں ایک خوفناک طوفان آیا اور تمام نافرمانوں کو ہلاک کر دیا جب کہ حضرت نوح علیہ السلام اور اہل ایمان کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک عظیم الشان کشتی کے ذریعے نجات دی جو حضرت نوح علیہ السلام عذاب آنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے حکم اور براہ راست نگرانی میں تیار کر چکے تھے۔ اس سارے واقعے کی تفصیل سورۃ ہود میں کچھ اس طرح ملتی ہے:

'' اور ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف (رسول بنا کر) بھیجا۔ (انھوں نے کہا) بے شک میں تمہارے لیے ایک کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ بے شک میں تمہارے حق میں ایک دردناک دن کے عذاب

سے ڈرتا ہوں۔ قوم کے ان سرداروں نے جنہوں نے انکار کیا، کہنے لگے ہم تجھے اپنے جیسا ہی ایک انسان سمجھتے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ تیری پیروی ہم میں سے بظاہر حقیر ترین لوگوں نے کی ہے۔ اور ہم نہیں دیکھتے کہ تمہیں ہم پر کوئی فضیلت حاصل ہو بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اے میری قوم کیا تم نے دیکھا کہ اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک کھلی دلیل پر ہوا اور اس نے مجھے اپنی طرف سے ایک رحمت (یعنی نبوت) سے نوازا ہو پھر وہ تم سے اوجھل ہو گئی ہو تو کیا میں اسے تمہارے سر منڈھ دوں حالانکہ تم اسے ناپسند کرنے والے ہو۔ اور اے میری قوم میں تم سے اس (تبلیغ کے) کام پر کوئی مال نہیں مانگتا، میرا اجر تو اللہ کے ذمہ ہے۔ اور میں ایمان والوں کو دھتکارنے والا نہیں ہوں بے شک وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں اور میں دیکھتا ہوں تم کو ایک قوم جو جہالت برت رہے ہو۔ اور اے میری قوم اگر میں نے ان اہل ایمان کو دھتکار بھی دیا تو اللہ سے بچانے میں کون میری مدد کرے گا کیا تم اتنی سی بات بھی سمجھتے نہیں ہو؟ اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں غیب جانتا ہوں اور نہ ہی میں کہتا ہوں کہ میں کوئی فرشتہ ہوں اور نہ ہی میں ان لوگوں کے لیے جنہیں تمہاری آنکھیں حقیر سمجھتی ہیں یہ کہتا ہوں کہ اللہ انہیں کوئی خیر عطا نہیں کرے گا۔ اللہ ان کے سینوں کا حال بہتر جانتا ہے بے شک میں اگر ایسا کہوں تو میں ظالموں میں سے ہو جاؤں گا۔ وہ کہنے لگے اے نوح تو نے ہم سے جھگڑا کیا اور بہت زیادہ جھگڑا کیا لہٰذا تو لے آ (وہ عذاب) جس کا تو ہم سے وعدہ کرتا ہے اگر تو سچوں میں سے ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا کہ بے شک اللہ اس کو لے آئے گا جب وہ چاہے گا اور تم اسے عاجز کرنے والے نہ ہو گے۔ اور میری خیر خواہی تمہارے کسی کام نہیں آسکتی اگرچہ میں کتنی ہی خیر خواہی کروں اگر اللہ ہی نے تمہیں بھٹکانے کا فیصلہ کر لیا ہو وہی تمہارا رب ہے اور اسی کی جانب تم کو لوٹ کر جانا ہے۔"(۵)

حضرت نوح علیہ السلام کے اس قدر سمجھانے کے باوجود بھی جب قوم پر کوئی اثر نہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نزول عذاب کا فیصلہ فرما لیا:

> اور نوح علیہ السلام کی طرف وحی کی گئی کہ آپ علیہ السلام کی قوم میں سے اب مزید کوئی شخص ایمان نہیں لائے گا سوائے ان کے جو پہلے ایمان لا چکے تو آپ علیہ السلام ان کے افعال پر غم نہ کریں۔ اور کشتی بنائیں ہماری آنکھوں کے سامنے (یعنی ہماری نگرانی میں) اور ہماری وحی کے مطابق اور ہم سے ان کافروں کے بارے میں کچھ بات نہ کرنا کیونکہ یہ سب غرق کیے جانے والے ہیں۔ نوح علیہ السلام کشتی بنا رہے تھے اور جب بھی قوم کے سردار ان کے پاس سے گزرتے تو ان کا مذاق اڑاتے۔ نوح علیہ السلام نے کہا کہ اگر تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو تو ہم بھی اسی طرح تمہارا مذاق اڑائیں گے عنقریب تم جان لوگے کہ کس کے پاس عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کر دے اور کس پر اترے گا دائمی عذاب۔ یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آگیا اور تنور ابل پڑا تو ہم نے نوح علیہ السلام سے کہا کہ اس کشتی میں ہر جنس کے دو (نر اور مادہ جوڑے) کو اس کشتی میں سوار کر لو اور اپنے گھر والوں کو بھی اور اہل ایمان کو بھی سوائے ان کے جن پر (عذاب کا) فیصلہ مقدر ہو چکا اور ان پر سوائے چند لوگوں کے کوئی ایمان نہ لایا۔ اور نوح علیہ السلام نے کہا کہ اس میں سوار ہو جاؤ اللہ کے نام کے ساتھ اس کا چلنا ہے اور اللہ کے نام کے ساتھ ہی اس کا ٹھہرنا ہے۔ بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔ اور وہ کشتی ان کو لے کر پہاڑ جیسی موجوں میں چلنے لگی۔ اور نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ ایک کنارے پر تھا کہ اے میرے پیارے بیٹے ہمارے

ساتھ سوار ہو جا اور کافروں میں سے مت ہو۔ اس نے کہا عنقریب میں پہاڑ کی طرف پناہ لے لوں گا جو مجھے پانی سے بچا لے گا۔ نوح علیہ السلام نے فرمایا آج اللہ کے حکم (فیصلہ عذاب) سے بچانے والا کوئی نہیں سوائے اس کے جس پر وہ خود ہی رحم کرے۔ اور ان دونوں (باپ بیٹے) کے درمیان ایک موج حائل ہو گئی پس وہ غرق ہونے والوں میں سے ہو گیا۔ اور کہا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تھم جا اور پانی گھٹ گیا اور فیصلہ چکا دیا گیا اور کشتی جودی پہاڑ پر ٹک گئی اور کہ دیا گیا کہ رحمت سے دوری ہو ظالم قوم کے لیے۔ اور نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا اور کہا کہ اے میرے رب میرا بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب فیصلہ کرنے والوں میں سے بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نوح بے شک وہ تمہارے گھر والوں میں سے نہیں ہے اور وہ ایک غیر صالح عمل ہے پس تم مجھ سے اس چیز کے بارے میں سوال نہ کرو جس کا تمہیں علم نہیں، میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم نادانوں میں سے نہ ہو جاؤ۔ پس نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں پناہ چاہتا ہوں تیری اس بات سے کہ میں تجھ سے اس بات کا سوال کروں جس کا مجھے کوئی علم ہی نہیں اور اگر تو نے مجھے بخش نہ دیا اور مجھ پر رحم نہ کیا تو میں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔ کہا گیا کہ اے نوح (علیہ السلام) اتر جاؤ ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ اور تم پر برکتیں ہوں اور ان جماعتوں پر بھی جو تمہارے ساتھ ہیں اور کچھ جماعتیں ہیں جنہیں ہم فائدہ دیں گے (دنیا میں چند دن) پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب (آخرت میں) پہنچے گا۔(٦)

حضرت نوح علیہ السلام کا منہج دعوت و تبلیغ:

حضرت نوح علیہ السلام دعوت و تبلیغ کے میدان میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ آپ علیہ السلام کو اس قدر اہمیت حاصل ہے کہ ایک مکمل سورۃ آپ علیہ السلام کے نام پر نازل ہوئی۔ قرآن پاک میں کسی اور نبی کی مدت تبلیغ کا صراحت کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا لیکن حضرت نوح علیہ السلام کے ضمن میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی۔

’’۔۔۔ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ط۔۔ ‘‘

”۔۔۔پس وہ ان میں ساڑھے نو سو سال ٹھہرے رہے۔۔۔“(٧)

لہٰذا ان کی حیات مبارک میں تبلیغ کی بے شمار حکمتیں سیکھنے کو ملتی ہیں۔

١۔ سب سے پہلی اور صریح تو یہی کہ ایک داعی کو حضرت نوح علیہ السلام کی زندگی سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور اگر لوگ نہیں مان رہے تو مایوس ہو کر ہمت نہیں ہارنی چاہیے بلکہ استقامت سے اپنے حصے کا کام کر کے نتیجہ اللہ پر چھوڑ دینا چاہیے۔

٢۔ حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کا انکار سب سے پہلے اس دور کے سرداروں نے کیا اور جن لوگوں نے آگے بڑھ کر ان کی دعوت کو قبول کیا وہ عام قسم کے غریب لوگ تھے۔ یہ طریقہ ہر دور اور ہر پیغمبر کے ساتھ جاری رہا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ غریب شخص میں تکبر نہیں ہوتا لہٰذا حق کی قبولیت کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ جبکہ امیر کو اس کی امارت اور اس کی بڑائی حق قبول کرنے سے روکتی ہے۔ مزید یہ کہ امیر طبقہ کو یہ بھی ناگوار ہوتا ہے کہ اس غریب کو

جسے وہ دنیاوی حیثیت کے اعتبار سے حقیر سمجھتے ہیں پیغمبر انہیں اہمیت دیتا ہے لہٰذا حق کی بات سننے کے لیے ہر دور میں یہ شرط لگائی گئی کہ ان عام سے لوگوں کو مجلس سے نکال دیا جائے تب خواص کچھ سننے پر راضی ہوں گے۔اس سلسلے میں ایک داعی کے لیے لازم ہے کہ وہ دنیاوی مقام اور مرتبہ دیکھ کر لوگوں سے معاملہ نہ کرے اور عوام کو حقیر نہ جانے کیونکہ زیادہ تر امیر حق کے باغی اور زیادہ تر غریب حق کے امین ہیں لہٰذا ایک داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ غریب حق پرست کو امیر مخالف حق پر ترجیح دے۔ایک داعی غریب مومن کو دھتکارنے والا نہیں ہوتا۔یہ در اصل سوچ کی پستی کی علامت ہے کہ انسانوں کو مال کی کمی کی بنا پر حقیر سمجھا جائے۔اللہ کی نظر میں چنے جانے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ انسان امیر ہو کیونکہ امارت ایسی صفت ہے جو عطیہ خداوندی ہے جس میں انسان کا اپنا کوئی کمال نہیں۔اللہ کی نظر میں محبوب بننے کے لیے، امیری و غریبی سے قطع نظر، تقویٰ ضروری ہے۔

''۔۔۔اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ط۔۔ ''

”۔۔۔بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے۔۔۔“(۸)

۴۔حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو اس بات پر اعتراض ہوا کہ پیغمبر انہی جیسا ایک انسان ہے اور اسے ان پر کسی قسم کا کوئی امتیاز حاصل نہیں تو وہ کیونکر اس کی بات مان سکتے ہیں۔حالانکہ سنت اللہ یہی ہے کہ قوم کا پیغمبر ان کا اپنا ہوتا ہے، انہی میں سے ہوتا ہے تا کہ قوم کی نفسیات، عادات، رسوم و رواج اور طرز زندگی سے بھرپور واقفیت رکھتا ہو اور قابل اصلاح مقامات کی اصلاح کر سکے۔اگر کسی اور قوم، علاقے کا شخص پیغمبر بنا کر مبعوث کر دیا جاتا تو یہی قوم یہ اعتراض کرتی کہ تم نہ ہمارے حالات سے واقف ہو اور نہ ہماری مجبوریاں سمجھ سکتے ہو اور یہ بہانہ بنا کر پیغمبر کی بات کو ٹھکرا دیتی۔اسی طرح لازم ہے کہ داعی جس علاقے کا رہنے والا ہو سب سے پہلے اس کی اصلاح کرے اور اپنی دعوت کا آغاز اپنے گھر، اپنی قوم اور اپنے علاقے سے کرے کیونکہ وہ اس علاقے کے حالات و واقعات سے بخوبی واقف ہو گا لہٰذا جیسی اصلاح وہ کر سکتا ہے ایک باہر سے آنے والا نہیں کر سکتا۔الاقرب فالاقرب کے اصول کے مطابق پہلے اپنے علاقے کو اہمیت دے اور پھر اپنی اصلاح کے دائرہ کار کو دیگر علاقہ جات تک وسیع کرے۔

۵۔ایک داعی کسی اجر، صلہ، محبت، توجہ، شاباشی، جاہ، منصب کا طالب نہیں ہوتا بلکہ بے لوث ہو کر دعوت کا کام کرتا ہے۔

۶۔حق کی طرف بلانے والے ہر دور میں تحقیر و تعذیب کا نشانہ بنے ہیں اور مصلحین کا ہمیشہ مذاق اڑایا گیا ہے۔اس سلسلے میں انبیاء کرام کو سب سے زیادہ اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا۔آج اگر ایک داعی کو حق کے راستے میں ان سب مشکلات کا سامنا ہو تو دل چھوٹا نہیں کرنا چاہیے۔یہ انبیاء کی سنت رہی ہے کہ حق کے راستے میں ہر قسم کی اذیت سہتے ہیں مگر حق سے پھرتے نہیں اور نہ رب سے مایوس ہوتے ہیں۔ایسی صورتحال میں منفی پروپیگنڈا سے متاثر ہو کر کام نہیں چھوڑ دینا چاہیے بلکہ پوری کوشش کر کے مثبت اور تعمیری کام میں جت جانا چاہیے۔اس استہزاء کا جواب دینے میں بھی اپنی ہی صلاحیتوں کا ضیاع ہے۔

۷۔پیغمبر اپنی قوم کا انتہائی خیر خواہ ہوتا ہے اسی طرح ایک داعی کو بھی قوم کا خیر خواہ ہونا چاہیے۔

۸۔پیغمبر سب سے پہلے خود ایمان لانے والے اور فرمانبرداری کرنے والے ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے کلام سے اس کی تصریح ہوتی ہے:

''۔۔۔وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ''

''۔۔۔اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سر تسلیم خم کرنے والوں میں سے ہو جاؤں۔''(۹)

لہٰذا ایک داعی کے لیے بھی سب سے پہلے خود عمل لازم ہے۔

۹۔حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کی سرکشی کے باوجود انہیں بار بار مانوس کرنے کے لیے پیار سے ''یا قوم، یا قوم'' کہہ کر پکارتے ہیں۔ایک داعی کو بھی اپنے مخاطب کو پیار، نرمی اور محبت سے پکارنا چاہیے۔

۱۰۔پیغمبر بھی انسان ہوتا ہے اور اسے بھی بشری حاجات لاحق ہوتی ہیں۔وہ نہ غیب جانتا ہے، نہ فرشتہ ہے اور نہ اس کے پاس اللہ کے خزانے ہیں کہ وہ انہیں تقسیم کرتا رہے۔دینے والی ذات اللہ کی ہے۔ اسی طرح ایک داعی کو بھی بشری حاجات لاحق ہوتی ہیں وہ ان سے مبرا نہیں ہو سکتا۔

۱۱۔ایک پیغمبر صرف خوشخبریاں ہی نہیں دیتا بلکہ وہ اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا بھی ہوتا ہے۔وہ قوم کو کسی دھوکے میں نہیں رکھتا۔یہی صفات ایک داعی میں بھی ہونی چاہییں کہ وہ کسی ایک طرف نہ جھک جائیں بلکہ متوازن رویہ اختیار کرے۔

۱۲۔ دعوت اور تبلیغ کے سلسلے میں سب سے اہم چیز ہے خالق کا تعارف اور اس کی پہچان کرانا۔حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ کا تعارف کس قدر خوبصورت الفاظ میں کرایا:

''مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا وَ قَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا اَلَمْ تَرَ وْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَا قًا وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّ جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًاوَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَ يُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًاوَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًالِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَا جًا ''

''کیا ہو گیا ہے تم کو کہ تم اللہ کی عظمت کی کچھ امید نہیں رکھتے حالانکہ اس نے تمہیں طرح طرح سے بنایا۔کیا تم نے دیکھا نہیں کہ کس طرح اللہ نے سات آسمان تہہ بہ تہہ بنائے۔اور چاند کو ان میں نور بنایا اور سورج کو چراغ۔ اور اللہ نے تم کو زمین سے ایک خاص انداز سے پیدا کیا پھر وہ اسی میں تم کو لوٹائے گا اور اسی سے دوبارہ نکالے گا۔ اور اللہ نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا تاکہ تم اس کے کھلے راستوں میں چلو پھرو۔''(۱۰)

ایک داعی کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ قوم کو خود سے جوڑنے کی بجائے اللہ سے جوڑے اور لوگوں کے دل میں اللہ کی محبت پیدا کرے اور اس کی معرفت سے لوگوں کو روشناس کرائے۔

۱۳۔اللہ کی پہچان پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ ایک داعی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ زمانہ جاہلیت میں کیے جانے والے گناہوں کی بخشش کی امید دلائے اور نا امیدی اور مایوسی سے قوم کو نکالے۔جیسے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا:

''۔۔۔اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًايُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًاوَ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ''

"۔۔۔ کہ اپنے رب سے گناہوں کی بخشش طلب کرو بے شک وہ بہت زیادہ بخشنے والا ہے۔ وہ آسمان کو تم پر بہت برسنے والا بنا کر بھیجے گا۔ اور وہ مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا۔ اور وہ تمہارے لیے باغات بنائے گا اور نہریں بہائے گا۔"(۱۱)

استغفار قحط سالی کو دور کرنے اور باغوں، پھلوں اور مال و اولاد میں کثرت اور برکت کا سبب ہے۔ مولانا عبدالماجد دریابادی نے ان آیات سے نہایت لطیف نکتہ نکالا ہے، فرماتے ہیں:

"یہ نص ہے اس باب میں کہ دنیاوی فلاح و اقبال مندی (مال و اولاد کی کثرت، زمین کی شادابی اور زرخیزی) ہرگز کسی خدا پرستانہ زندگی کے منافی نہیں۔"(۱۲)

۱۴۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو صبح، شام، کھلے، چھپے غرض ہر طرح سے سمجھایا۔اور کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ جیسا کہ قرآن کریم کا بیان ہے:

''۔۔۔ رَبِّ اِنِّی دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا ''

"۔۔۔اے میرے رب بے شک میں نے اپنی قوم کو رات کو بھی اور دن کو بھی (دین حق کی طرف) بلایا۔"(۱۳)

''ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْ تُہُمْ جِهَارًا ثُمَّ اِنِّیْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَ اَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ''

"پھر میں نے انہیں کھلم کھلا پکارا۔ پھر میں نے انہیں اعلانیہ بھی پکارا اور میں نے چھپ کر بھی انہیں تبلیغ کی۔"(۱۴)

یعنی حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو صبح، شام، کھلے، چھپے غرض ہر طرح سے سمجھایا اور کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ ہر ہر حربہ اور ہر ممکن طریقہ استعمال کر کے اللہ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچانے کی سعی کی اور ان کی تربیت کی کوشش کی۔ پس معلوم ہوا کہ ایک داعی کو بھی اپنی حکمت عملی تبدیل کر کر کے لوگوں تک بات پہنچانے کی کوشش کرنی چاہیے ہو سکتا ہے کہ ایک وقت میں اگر کسی کو بات سمجھ نا آئی ہو تو کسی اور وقت میں سمجھ آجائے۔ بعض لوگ پیار سے بات کو مان لیتے ہیں، بعض دلائل سے بات سمجھتے ہیں، بعض ڈراوے سے اور بعض کسی خوشخبری سے مائل ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا ایک داعی کے لیے ضروری ہے کہ مخاطبین کی فطرت اور طبیعت کو مد نظر رکھ کر اپنی تبلیغی حکمت عملی طے کرے اور اس پر بھی یکسانیت اختیار نہ کرے بلکہ اپنے انداز میں تنوع پیدا کرے۔ ہر ممکن کوشش اور لائحہ عمل اختیار کرے کہ قوم کسی طرح جہنم سے بچ جائے۔

۱۵۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْل'' اَ مِیْن ''

"بے شک میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں۔"(۱۵)

ایک داعی بھی پیغام الٰہی کا امین ہوتا ہے۔وہ صرف اپنی مرضی کی بات نہیں بلکہ پوری بات پہنچاتا ہے اور خیانت علمی کا مرتکب نہیں ہوتا۔

۱۶۔جب حجت تمام کر دی جائے تو پھر قوم کی حالت پر غم نہ کیا جائے بلکہ اپنی صلاحیتوں کو ان لوگوں کی اصلاح کے لیے وقف کیا جائے جو سیکھنا چاہتے ہیں۔

۱۷۔ حضرت نوح علیہ السلام کی خیر خواہی کی انتہا ہے کہ عذاب الٰہی آچکا ہے پھر بھی بیٹے کو نصیحت کر رہے ہیں۔ ثابت ہوا کہ خیر خواہی کا تقاضا یہ ہے کہ آخری لمحے تک نصیحت کی جائے اور عذاب کی علامات دیکھ کر بھی نصیحت سے باز نہ رہا جائے ہو سکتا ہے کوئی اس وقت نصیحت قبول کر لے اور اپنی آخرت سنوار لے۔ مزید یہ کہ داعی کو کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیے کہ قوم کبھی ایمان نہیں لائے گی اور کبھی نصیحت نہیں پکڑے گی بلکہ ہمیشہ پر امید رہنا چاہیے۔
۱۸۔ تنگی ہو یا راحت ہر حال میں اللہ سے دعا مانگی جائے اور اسے پکارا جائے۔ وہ دعائیں سنتا بھی ہے اور قبول بھی کرتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے:

''وَلَقَدْ نَادٰنَا نُوْح'' فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ وَنَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ''

"اور البتہ تحقیق نوح علیہ السلام نے ہمیں پکارا سو ہم خوب فریاد سننے والے ہیں اور ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو بڑے بھاری غم سے نجات دی۔"(۱۶)

پس معلوم ہوا کہ دعا ایک داعی کا مضبوط ترین ہتھیار ہے۔

قصہ نوح سے اخذ شدہ اہم اسباق:

۱۔ قوم نوح کے دل میں اپنے بتوں کی محبت جمی ہوئی تھی لہٰذا ان کے نام لے کر کہنے لگے کہ ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر وغیرہ کو نہ چھوڑنا۔ انہی معبودوں کی محبت اللہ کی پہچان کی راہ میں رکاوٹ بنی رہی۔ جب دل میں غیر اللہ کی محبت ہو تو اللہ کی محبت اس کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی جیسا کہ قرآن پاک میں ایک اور جگہ صراحت ہوتی ہے کہ:

''مَاجَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِىْ جَوْفِهٖ...''

"اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں بنائے..."(۱۷)

کہ ایک میں اللہ کی محبت ہو اور دوسرے میں غیر اللہ کی، اللہ کی محبت پیدا کرنے کے لیے غیر اللہ کو دل سے نکالنا لازم امر ہے۔

۲۔ حضرت نوح علیہ السلام کی اتنے سالوں کی محنت اور خیر خواہی کے باوجود جنہوں نے نہیں ماننا تھا وہ نہ مانے۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حق کسی پر زبردستی چسپاں نہیں کیا جا سکتا جب کہ لینے والا اسے لینے پر راضی ہی نہ ہو۔ حق کی قبولیت کے لیے اولین شرط ہے مخاطب کا راغب ہونا۔ ہدایت وہ واحد چیز ہے جو بغیر مانگے نہیں ملتی۔

۳۔ اللہ اپنے مومن بندوں کی حفاظت کرتا ہے، انہیں مکمل مدد اور تعاون فراہم کرتا ہے، انہیں راستہ بھی سجھاتا ہے اور منزل تک بھی پہنچاتا ہے جیسے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کی طرف رہنمائی کی گئی اور جب وہ پانی کی پہاڑ جیسی لہروں میں چل پڑی تو فرمایا گیا:

''تَجْرِىْ بِاَ عْيُنِنَا جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ''

"(کشتی) ہماری نگرانی میں رواں تھی، یہ سب اس شخص کا بدلہ لینے کے لیے کیا جس کی بے قدری کی گئی تھی۔"(۱۸)

یہاں حضرت نوح علیہ السلام کو ہر لمحہ معیت الٰہی کا احساس دلایا جا رہا ہے۔ لہٰذا ایک داعی کو بھی اللہ پر بھرپور توکل، اعتماد اور بھروسہ رکھنا ضروری ہے۔ مزید براں اسی آیت سے مولانا اشرف علی تھانویؒ نے کیا خوب نکتہ نکالا ہے، فرماتے ہیں:

"حق تعالیٰ اپنے مقبولین کے لیے انتقام لیتے ہیں تو ان کو ایذا نہ پہنچانا چاہیے۔"(۱۹)

۴۔ توکل کے ساتھ ساتھ تدبیر بھی لازم ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام نے طوفان سے بچنے کے لیے کشتی بنانے کی تدبیر کی صرف اللہ پر توکل کر کے بیٹھ نہیں گئے کہ وہ بچا لے گا۔ اللہ راستہ ضرور دکھاتا ہے مگر چلنا انسان کا اپنا کام ہے۔

۵۔ ہر شخص اپنے عمل کا خود جوابدہ ہے۔ کسی نیک انسان کی رشتہ داری انسان کو بچا نہیں سکتی جیسے حضرت نوح علیہ السلام پیغمبر ہونے کے باوجود اپنے بیٹے کو نہ بچا سکے۔ ہر شخص اپنے اعمال کا بوجھ خود اٹھائے گا۔ کافر اور نافرمان خواہ نبی کا کوئی قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہو اس کے لیے کوئی مغفرت اور نجات نہیں۔ جیسا کہ قرآن کا بیان ہے:

''---وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی---''

"---اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا---"(۲۰)

تفسیر المنار میں آتا ہے:

''ان اللہ تعالیٰ یجزی الناس فی الدنیا والآخرۃ بایمانہم واعمالہم لا بانسابہم، ولا یجابی احدا منہم لاجل آباءہ واجدادہ الصالحین وان کانوا من الانبیاء المرسلین، وان من سألہ من ھؤلاء الآباء ما یخالف سننہ فی شرعہ وحکمتہ فی نظام خلقہ، کان مذنبا یستحق التأدیب، حتی یتوب وینیب ''

"بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں کو دنیا اور آخرت میں ان کے ایمان اور ان کے اعمال پر جزا دیتا ہے، نہ کہ ان کے انساب پر، اور اللہ تعالیٰ لوگوں میں سے کسی کی بھی ان کے نیک آبا و اجداد کی وجہ سے مدد نہیں کرتا، اگرچہ ان کے آباو اجداد انبیاء مرسلین میں سے ہوں، اور اگر کسی نے ان آباواداد کے توسط سے اللہ تعالیٰ سے کسی ایسی چیز کے بارے میں سوال کیا جو اس کے نظام فطرت میں اس کی شریعت وحکمت کے طریقوں کے خلاف ہو تو یہ شخص گناہ گار ہے، اور وہ تادیب کا مستحق ہے، یہاں تک کہ وہ نادم ہو جائے اور رجوع کرے۔"(۲۱)

۶۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کی ہلاکت کی وجہ اس کی بری صحبت تھی جیسا کہ قرآن پاک میں حضرت نوح علیہ السلام کے اپنے بیٹے کو نصیحت کے الفاظ موجود ہیں:

''---وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ''

"---اور کافروں کے ساتھ مت ہو۔"(۲۲)

لہٰذا ہر شخص کو اپنی صحبت پر نظر رکھنی چاہیے کہ اس کی محبت اور ہمدردیاں کس کے ساتھ ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''انت مع من احببت ''

"تو اس کے ساتھ ہو گا جس سے محبت رکھے۔"(۲۳)

۷۔ انبیاء کرام بھی انسان ہوتے ہیں اور ان میں بھی فطری محبتیں پائی جاتی ہیں جیسے حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے بیٹے سے محبت تھی اور اسی محبت کی وجہ سے وہ اس کی نجات کے متمنی تھے۔

۸۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کی بحالت کفر موت کے بعد ان کو اس کے لیے دعا کرنے سے منع فرما دیا لہٰذا معلوم ہو کہ کافر کے لیے دعائے مغفرت نہیں کی جا سکتی۔ اس کی زندگی میں اس کی ہدایت کی دعا تو کی جاسکتی ہے لیکن کفر پر موت کے بعد کسی قسم کی دعا نہیں کی جا سکتی۔

۹۔ حضرت نوح علیہ السلام کا صبر بھی قابل تقلید ہے کہ بیٹا اپنی آنکھوں کے سامنے غرق ہو گیا مگر صبر و رضا کا دامن نہ چھوڑا۔

۱۰۔ قرآن میں حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کے نام کی صراحت موجود نہیں پس غیر ضروری تفاصیل سے گریز لازم ہے۔

۱۱۔ اللہ کے عذاب سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا سکتی، نہ مضبوط محل اور نہ اونچے پہاڑ۔ لہٰذا اللہ سے مقابلہ صریح بیوقوفی ہے۔

۱۲۔ نیکوں کے گھر میں بد اور بدوں کے گھر میں نیک پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس سے نیکوں کی عصمت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ یہ عین ممکن ہے۔

۱۳۔ انبیاء علیہم السلام سے بتقاضائے بشریت سہو ہو جاتا ہے جیسے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی اپنے بیٹے کے حق میں دعا سے بھی ثابت ہے۔ مگر جب انہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کی جانب سے احساس دلایا جاتا ہے تو فوراً معافی کے خواستگار ہوتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ بشری لوازم انہیں بھی لاحق ہوتے ہیں۔

۱۴۔ ظالم قوم سے نجات پر بھی اللہ کا شکر بجا لایا جائے جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ میں قرآن کریم کا بیان ہے:

''فَاِذَا اسْتَوَ یْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَکَ عَلَى الْفُلْکِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ''

"پس جس وقت تم اور تمہارے ساتھی کشتی میں بیٹھ چکو تو یوں کہنا شکر ہے خدا کا جس نے ہم کو کافر لوگوں سے نجات دی۔"(۲۴)

۱۵۔ حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے کشتی سے اترتے وقت اور نئی جگہ آباد ہوتے وقت دعا سکھائی:

''وَ قُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِیْ مُنْزَلًا مُّبٰرَکًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ''

"اور یوں کہنا کہ اے میرے رب مجھ کو زمین پر برکت کا اتارنا اتاریو اور آپ سب اتارنے والوں سے اچھے ہیں۔"(۲۵)

اس دعا کے ذریعے یہ ادب سکھایا جا رہا ہے کہ جس نئی جگہ اتریں وہاں برکت کی دعا مانگی جائے۔

خلاصہ بحث:

حضرت نوح علیہ السلام کے لیے قرآن پاک میں کہا گیا کہ وہ ایک شکر گزار بندے تھے:

''... اِنَّہٗ کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا ''

"...نوح علیہ السلام بڑے شکر گزار بندے تھے۔"(۲۶)

حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی اور قوم کی سرکشی اور اذیتوں کے باوجود ایک شکر گزار بندے بنے رہے۔ایک داعی کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ تمام تر آزمائشوں کے باوجود اللہ کا شکر گزار رہے اور گلے شکوے سے گریز کرے۔اللہ محسنین کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

حوالہ جات:

(۱) بخاری، محمد بن اسماعیل: "الجامع الصحیح"، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ انا انزلنا نوحا الیٰ قومہ، حدیث: ۵۶۴

(۲)نوح،۷۱: ۲۳

(۳) بخاری، محمد بن اسماعیل: "الجامع الصحیح"، کتاب التفسیر، باب سورۃ نوح، حدیث: ۲۰۲۷

(۴) نوح،۷۱: ۲۶تا۲۷

(۵)ھود،۱۱: ۲۵تا۳۴

(۶)ھود،۱۱: ۳۶تا۴۸

(۷) العنکبوت،۲۹: ۱۴

(۸) الحجرات،۱۳:۴۹

(۹)یونس،۱۰: ۷۲

(۱۰)نوح،۷۱: ۱۳تا۲۰

(۱۱) نوح،۷۱: ۱۰تا۱۲

(۱۲)دریابادی، عبد الماجد، مولانا: "تفسیر ماجدی"، ج۷، ص ۳۳۳

(۱۳) نوح،۷۱: ۵

(۱۴) نوح،۷۱: ۸تا۹

(۱۵) الشعراء،۲۶: ۱۰۷

(۱۶)الصٰفٰت،۳۷: ۷۵تا۷۶

(۱۷)الاحزاب،۳۳: ۴

(۱۸)القمر،۵۴: ۱۴

(۱۹)تھانوی، اشرف علی، مولانا": تفسیر بیان القرآن"، ج۳، ص ۴۸۵

(۲۰) الانعام،۶: ۱۶۴

(۲۱) محمد رشید بن علی رضا، علامہ: "تفسیر المنار"، ج۱۲،ص۳۷

(۲۲) ھود،۱۱: ۴۲

(۲۳) مسلم بن الحجاج،القشیریؒ:"الجامع الصحیح"،کتاب البر و الصلۃ و الادب، باب المرء مع من احب، حدیث: ۶۷۱۰

(۲۴) المومنون،۲۳: ۲۸

(۲۵) المومنون،۲۳: ۲۹

(۲۶) بنی اسرائیل،۱۷: ۳